بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نظرات

معاشرتی برائیوں کے ذکر کے ساتھ اصلاح معاشرہ کی ضرورت کی باتیں زبان زد خاص و عام ہیں، انسدادی تدابیر کے چرچے بھی ہیں، ایسی مساعی اور اقدامات بھی ہوتے رہتے ہیں جن سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اصلاحی تنظیمیں اور تادیبی و تعزیری کارروائی کرنے والے ادارے اس طرف سے غافل نہیں۔ روزمرہ زندگی میں سرسری بھی کہیں سے گذر جائیں تو بیسیوں ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں جن کو دیکھ کر یہی خیال گذرتا ہے کہ بدی کی قوتیں بدستور سرگرم عمل ہیں اور برائیوں کے پھیلاؤ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر کوئی بھی باشعور آدمی تشویش خاطر میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ صورت حال معاشرے کے ان اشخاص و افراد کے لئے بطور خاص لمحہ فکریہ ہے جو برائیوں کے کاروبار میں خود شریک نہیں ہیں اور دل سے خواہاں ہیں کہ معاشرے میں نیکی اور بھلائی پروان چڑھے۔

اس سلسلے میں کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ سب سے پہلے ایسی تعلیم کا بندوبست

کیا جائے جو لوگوں کو بھلائی برائی میں امتیاز کا احساس دلائے۔ پھر ان کو یہ بتایا جائے کہ کون سے کام اچھے ہیں اور کون سے بُرے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ اس ضمن میں ہمارے لئے معیار اسلام ہی کے اوامر و نواہی ہیں۔ اس کے بعد ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ رفتہ رفتہ لوگوں کے لئے نیکی کے راستے پر چلنا آسان ہوتا جائے اور بدی کے راستے پر چلنا دشوار۔ جبکہ آج کل معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ کام ہنگامی اور وقتی پروگراموں سے انجام نہیں پا سکتا۔ اس کے لئے ہمہ جہتی تبدیلیوں کے طویل المیعاد پروگرام تیار کر کے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اور اس جدوجہد میں ایک مرحلہ ایسا بھی آ سکتا ہے جب جہاد کے لئے نکلنا پڑے۔ برائیوں کے خلاف جہاد کے لئے ہر شخص کو آزادی حاصل ہے۔ اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ پہلے حالات سازگار ہوں اور وسائل مہیا ہوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ منظم جدوجہد میں نتائج زیادہ خاطر خواہ اور زیادہ حوصلہ افزا نکل سکتے ہیں۔

صحیح تعلیم کے بعد اس ضمن میں ایک ضروری قدم تربیت کا ہے۔ آج کل نہ عام معاشرے میں ایسے انتظامات ہیں نہ تعلیمی اداروں میں۔ مجرد علم کافی نہیں جب تک کہ علم عملی زندگی میں تربیت کے مراحل سے گذر کر انسان کی شخصیت کا اس طرح حصہ نہ بن جائے کہ روزمرہ زندگی میں اس کے مظاہر نظر آئیں۔ علم و عمل یا قول و فعل کا تضاد بذات خود ایک بڑی برائی ہے جس سے بچ کر نیکی کو فروغ دینے میں مدد مل سکتی ہے۔

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:9 (1980)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاعی نظام

حافظ محمد یونس

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت لوگوں کی حالت ایسی تھی جیسی کہ جنگل میں جانوروں کی ہوتی ہے۔ قوی اور طاقت ور بے دریغ ضعیف اور کمزور کو قتل کر دیتا اور ایک مسلح آدمی بغیر کسی جھجک کے ایک غیر مسلح آدمی کو لوٹ لیتا۔ اقوام اور قبائل کے ہاں جنگ گویا زندگی کے روزمرہ معمولات میں سے تھی اور کسی قید سے مقیّد نہ تھی، جائز و ناجائز اور جارحانہ و مدافعانہ جنگ میں کوئی فرق نہ تھا۔ جو قوم بھی اس بات کی قدرت پاتی کہ دوسری قوم سے اُس کی زمین چھین لے، اُس کی عورتوں کو باندیاں اور اس کے مردوں کو غلام بنا لے اور اسے اپنے عقائد و خیالات کو ترک کر دینے پر مجبور کرے، وہ بغیر کسی جھجک اور احساسِ گناہ کے یہ سب کچھ کر گزرتی لیکن حضورؐ کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ دنیا میں یہ ظالمانہ طرزِ عمل برقرار رہے جس نے انسان کو حیوانیت کی سطح سے بھی نیچے گرا دیا تھا۔ رسول اللہؐ نے دنیا کو صلح و جنگ کے ایسے اصول دیئے جو امن و سلامتی کے علمبرداروں کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔